۸

ڈاکٹر ذاکر حسین

اِدارہ

پہلی بات

آزادی کے بعد ہمارے ملک میں عوامی حکومت قائم ہوئی جسے جمہوریت کہتے ہیں۔ جمہوریت میں ملک کے عوام اپنے علاقوں سے اپنے نمائندے منتخب کرتے ہیں۔ یہ نمائندے ملک کی پارلیمنٹ میں آ کر حکومت کا کاروبار سنبھالتے ہیں اور انتخابِ رائے سے کسی اہم شخصیت کو ملک کا صدر مقرر کرتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے ذریعے بنائے گئے مسودوں پر صدر کے دستخط سے حکومت کے سارے قوانین بنائے جاتے ہیں جن پر عمل کرنا عوام کا فرض ہوتا ہے۔

بھارت کے پہلے صدر ڈاکٹر راجندر پرساد کے بعد ڈاکٹر رادھا کرشنن نے اس عہدے کو سنبھالا۔ آپ نے پانچویں جماعت میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ صدر بننے سے پہلے ڈاکٹر رادھا کرشنن ایک مدرّس تھے۔ ان ہی کی طرح ڈاکٹر ذاکر حسین بھی علی گڑھ اور دہلی میں پہلے درس و تدریس سے منسلک تھے۔ ان کی عالمانہ خوبیوں اور انتظامی صلاحیتوں کو دیکھ کر انھیں ملک کی صدارت پیش کی گئی تھی۔ آیئے دیکھیں، ان کی زندگی کیسے گزری۔

ڈاکٹر ذاکر حسین ہمارے ملک کے تیسرے صدرِ جمہوریہ ہوئے ہیں۔ وہ ۸/فروری ۱۸۹۷ء کو حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد فدا حسین خاں حیدرآباد میں وکالت کیا کرتے تھے۔

ذاکر صاحب ابھی ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ چنانچہ وہ حیدرآباد سے اُتر پردیش آ گئے اور اِٹاوہ کے اسلامیہ ہائی اسکول میں انھیں داخل کیا گیا۔ اسکول کی تعلیم ختم کر کے انھوں نے کچھ دنوں لکھنؤ کے ایک کالج میں پڑھائی کی۔ پھر علی گڑھ میں سر سیّد کے جاری کیے گئے مشہور محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میں داخل ہوئے جہاں وہ ایم.اے. کر رہے تھے۔ ان ہی دنوں مہاتما گاندھی کے کہنے پر مولانا محمد علی جوہرؔ، مولانا ابوالکلام آزاد، مختار احمد انصاری، حکیم اجمل خاں اور دوسرے قومی رہنماؤں نے دہلی میں جامعہ ملّیہ اسلامیہ قائم کیا۔ بہت سے طالب علم اور اساتذہ مسلم یونیورسٹی سے الگ ہوکر جامعہ میں آ گئے۔ ذاکر صاحب بھی ان میں شامل تھے۔ وہ اس وقت پڑھتے بھی تھے اور پڑھاتے بھی تھے۔ جامعہ ملّیہ میں کچھ عرصہ کام کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے وہ یورپ کے ملک جرمنی چلے گئے۔

جرمنی میں ڈاکٹر سیّد عابد حسین اور پروفیسر محمد مجیب سے ان کی ملاقات ہوئی۔ تینوں کے مزاج میں بڑی یکسانیت تھی اس لیے وہ گہرے دوست بن گئے۔ ۱۹۲۶ء میں یہ تینوں اعلیٰ تعلیمی ڈگریاں لے کر ہندوستان واپس آئے۔ یہاں آتے ہی انھوں نے جامعہ ملّیہ کا کام سنبھال لیا۔

ذاکر صاحب ۱۹۴۸ء تک جامعہ میں خدمت کرتے رہے۔ پھر اس وقت کے وزیرِ تعلیم مولانا آزاد نے ان سے علی گڑھ

یونیورسٹی کی ذمّے داری قبول کرنے کے لیے کہا۔ چنانچہ ذاکر صاحب اس یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ اپنی صلاحیتوں کو کام میں لاکر ذاکر صاحب نے مسلمانوں کے اس تعلیمی ادارے کو خوب ترقی دی۔ یہاں کے عملے میں کام کرنے کا حوصلہ اور ولولہ پیدا کیا۔ نئے نئے شعبے جاری کیے اور کئی عمارتیں تعمیر کروائیں۔ ذاکر صاحب کی وجہ سے یونیورسٹی میں نئی جان پڑ گئی۔

ذاکر صاحب کی صحت ایک زمانے سے خراب تھی۔ علی گڑھ میں کاموں کا بوجھ بڑھا تو ان کی صحت تیزی سے گرنے لگی۔ آخر ۱۹۵۲ء میں انھوں نے استعفیٰ دے دیا اور اپنے گھر جامعہ نگر دہلی چلے آئے۔ کچھ عرصے بعد پنڈت جواہر لال نہرو کے اصرار پر انھیں بہار کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اس ذمّے داری کو بھی ذاکر صاحب نے بڑی خوبی سے نبھایا۔ ۱۹۶۲ء میں انھیں نائب صدرِ جمہوریہ بنا دیا گیا۔ اپنی خدمات کی وجہ سے وہ اتنے ہر دلعزیز ہوئے کہ ملک کے سب سے بڑے عہدے صدر جمہوریہ کے لیے ان کا نام پیش کیا گیا اور ۱۲؍مئی ۱۹۶۷ء کو وہ اس عہدے پر فائز ہوئے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو شخص خلوص، محبت، لگن اور دیانت داری کے ساتھ عوام کی خدمت کرتا ہے، اسے زندگی میں ضرور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

مصروفیات کی وجہ سے ذاکر صاحب اپنے گھر کی طرف کم ہی توجہ دے پاتے مگر ان کے گھر کی ہر چیز سے ان کا اعلیٰ ذوق جھلکتا تھا۔ ذاکر صاحب کو باغبانی کا بڑا شوق تھا۔ انھوں نے مختلف قسم کے پیڑ پودے اپنے باغ میں لگائے تھے۔ خاص طور پر طرح طرح کے گلابوں کی کیاریوں سے ان کا باغ سجا رہتا تھا۔ ان کا گھر دنیا بھر کی مشہور تصویروں سے بھی بھرا تھا۔ وہ ان تصویروں کی نقلیں بچوں اور دوستوں میں تقسیم کرتے تھے۔ پتھر جمع کرنا ذاکر صاحب کا ایک اور مشغلہ تھا۔ انھوں نے عجیب عجیب قسم کے پتھر جمع کیے تھے کہ دیکھنے والا دنگ رہ جائے۔ انھیں طرح طرح کے چرند و پرند بھی پالنے کا شوق تھا۔ ایک طرف پہاڑی طوطا ٹیں ٹیں کرتا، کہیں خوبصورت بلی ناز و انداز دِکھاتی۔ مرغیاں سب ایک رنگ اور ایک نسل کی؛ سفید سفید۔ ایسی ہی خوبصورت بکریاں!

ایک دن بکری تسلے میں دانہ کھا رہی تھی۔ کچھ گھاس اور پتیاں سامنے پڑی تھیں۔ ذاکر صاحب نے اپنی بیگم صاحبہ سے کہا، ”آپ بکری کو کس طرح دانہ دیتی ہیں، گھاس تو زمین پر پڑی ہے۔ یہ طریقہ ٹھیک نہیں۔ ایک اچھی سی چٹائی بچھا کر اسے بٹھائیے۔ لوٹے میں پانی لاکر اس کا منہ دھوئیے۔ تولیے سے پونچھیے، پھر تسلے میں کھانا سجا کر اس کے سامنے رکھیے۔“

بیگم صاحبہ اور وہاں موجود دوسرے گھر والے ہنسنے لگے، مگر آپ اس بات پر غور کریں تو اس میں گہرائی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کام، چھوٹا ہو یا بڑا، اچھی طرح اور سلیقے سے انجام دینا چاہیے۔

اکثر بڑے آدمی سمجھتے ہیں کہ اپنے سے نیچے درجے کے لوگوں اور غریبوں سے ملنے اور بات کرنے میں ہماری شان گھٹ جائے گی۔ مگر ذاکر صاحب کا انداز اور ہی تھا۔ جب وہ علی گڑھ سے دہلی آتے تو ان کے یہاں کی ایک غریب بڑھیا ان کے آنے کی خبر سن کر تڑپ جاتی۔ ”ذاکر بھیا آئے ہیں، ذاکر بھیا آئے ہیں“ کہہ کر اُٹھتی اور لاٹھی ٹیکتی ان سے ملنے پہنچ جاتی۔ ذاکر صاحب بھی اس سے بڑی اپنائیت سے ملتے۔ ایک دفعہ وہ بیمار پڑ گئی اور ذاکر صاحب سے ملنے نہ آئی تو خود ذاکر صاحب اس کی مزاج پرسی کو اس کی کوٹھری میں آئے۔ اس سے خوب باتیں کیں۔

گھر والے اور ان کے دوسرے رشتے دار ذاکر صاحب کو میاں کہا کرتے تھے۔ ذاکر صاحب کو بچوں سے بڑی محبّت تھی۔ ان کی شرارتوں اور شور وغل سے بھی وہ پریشان نہیں ہوتے تھے۔ وہ اپنی انتہائی مصروف زندگی میں بھی بچّوں کے ساتھ رہنے کا وقت نکال لیتے۔ ان کے نزدیک ملک اور قوم کی سب سے بڑی اور قدر کے قابل دولت بچے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ بچّوں کو اچھی تعلیم دی

جائے اور مناسب طور پر ان کی پرورش کی جائے۔ بچّے ہی وہ بنیاد ہیں جس پر قومی تعلیم کی نئی عمارت کھڑی کی جاسکتی ہے۔ انھوں نے بچّوں کی تعلیم اور ان کی ضرورتوں کو سمجھا اور ان کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جب مکتبہ جامعہ قائم ہوا تو یہاں سب سے زیادہ بچّوں کے لیے کتابیں تیار کرنے کا کام کیا گیا۔ ذاکر صاحب نے اپنی عمر کا بڑا حصّہ بچوں کو پڑھانے میں گُزار دیا۔ انھوں نے تدریس کے پیشے کو اس لیے چُنا کہ انھیں اس کام کا شوق تھا۔

ذاکر صاحب نے جامعہ کے ہر کام میں بچوں کو آگے رکھا اور ان سے بڑے بڑے کام کروائے۔ ۱۹۳۵ء میں جب دہلی میں جامعہ نگر کی عمارتیں بننا شروع ہوئیں تو ان کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے اس بچے کو عزت دی جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا۔ ذاکر صاحب کا برتاؤ کچھ ایسا تھا کہ بچے اپنے آپ پر بھروسا کرنے لگیں۔ ان کا خیال تھا کہ بچے کی شخصیت اُبھر کر سامنے آنی چاہیے، اس کے جوہر کھلنے چاہئیں۔ اسے اپنے کام میں مزہ آنا چاہیے۔ بچوں کے لیے انھوں نے بہت سی مزے دار کہانیاں بھی لکھیں۔

بچوں سے پیار کرنے والے، بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مسلسل کوشش کرنے والے اور ملک کے عوام کو تعلیم کی اہمیت سے آگاہ کرنے والے اس مخلص رہنما نے ۳؍مئی ۱۹۶۹ء میں وفات پائی۔ جامعہ ملیہ کے احاطے میں ان کا مقبرہ موجود ہے۔

معنی و اشارات

وکالت	-	وکیل کا پیشہ	فائز ہونا	-	مقرر ہونا
عملہ	-	کسی دفتر میں ملازمت کرنے والے	مشغلہ	-	شوق
شعبہ	-	محکمہ، آفس	سنگِ بنیاد	-	کسی عمارت کی بنیاد میں رکھا جانے والا پتھر
نئی جان پڑ جانا	-	پھر سے طاقت آ جانا	جوہر کھلنا	-	صلاحیت اُبھر کر سامنے آنا
ہر دلعزیز	-	سب کو پسند آنے والا			

مشق

ایک جملے میں جواب لکھیے:

۱۔ ڈاکٹر ذاکر حسین کی تاریخِ پیدائش لکھیے۔
۲۔ ڈاکٹر ذاکر حسین کے والد کا نام کیا تھا اور وہ کیا کرتے تھے؟
۳۔ ذاکر صاحب نے اعلیٰ تعلیم کہاں حاصل کی؟
۴۔ ذاکر صاحب نے جامعہ ملیہ میں کب تک خدمت کی؟
۵۔ ذاکر صاحب کو بہار کا گورنر بنانے کے لیے کس نے اصرار کیا؟
۶۔ جامعہ نگر کی عمارتوں کا سنگ بنیاد کس نے رکھا؟

ڈاکٹر ذاکر حسین کا مقبرہ

مختصر جواب لکھیے:

۱۔ ذاکر صاحب حیدر آباد سے اُتر پردیش کیوں آئے؟
۲۔ جرمنی میں ذاکر صاحب کی دوستی کن سے ہوئی اور کیوں؟

۳۔ علی گڑھ یونیورسٹی کی ترقّی کے لیے ذاکر صاحب نے کون سے کام کیے؟

۴۔ ذاکر صاحب کو کن باتوں کا شوق تھا؟

۵۔ بکری کو دانہ کھلانے کا واقعہ بیان کیجیے۔

۶۔ کس واقعے سے پتا چلتا ہے کہ ذاکر صاحب غریبوں سے بھی ملاقات کرتے تھے؟

سبق کی مدد سے خالی جگہوں کو پُر کیجیے:

۱۔ ذاکر صاحب ....کو پیدا ہوئے۔

۲۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے وہ یورپ کے ملک ....چلے گئے۔

۳۔ جو شخص خلوص کے ساتھ عوام کی خدمت کرتا ہے اسے زندگی میں ضرور.........حاصل ہوتی ہے۔

۴۔ وہ انتہائی مصروف زندگی میں بھی ....کے ساتھ رہنے کا وقت نکال لیتے۔

۵۔ ان کا خیال تھا کہ بچے کی ....اُبھر کر سامنے آنی چاہیے۔

خود آموزی

اپنے اسکول کی لائبریری سے ذاکر صاحب کی کہانیوں کی کتاب 'ابو خاں کی بکری' حاصل کر کے پڑھیے۔

زورِ قلم

ہندوستان کے پانچ صدور کی تصویریں اپنی بیاض میں چسپاں کیجیے اور کسی ایک صدر کے بارے میں آٹھ سطریں لکھیے۔

سرگرمی / منصوبہ :

ذاکر صاحب کو تصویریں اور طرح طرح کے پتھر جمع کرنے کا شوق تھا۔ آپ بھی دی گئی چیزیں جمع کرنے کی کوشش کریں۔

الف۔ ڈاک کے ٹکٹ

ب۔ پرانے سکّے

ج۔ شاعروں اور ادیبوں کی تصویریں

آپ جو کچھ جمع کریں، ان کے بارے میں مختصر معلومات بھی لکھیں۔

کیا ہم یہ کر سکتے ہیں؟

۱۔ میں ڈاکٹر ذاکر حسین کے شوق کے بارے میں زبانی بتا سکتا/سکتی ہوں۔	ہاں / نہیں
۲۔ میں اس سبق کے مشکل الفاظ کے معنی بتا سکتا/سکتی ہوں۔	ہاں / نہیں
۳۔ میں ہندوستان کے پانچ صدور کے نام بتا سکتا/سکتی ہوں۔	ہاں / نہیں

اسمِ عددی: اسم عام کی پہچان میں آپ یہ جملہ پڑھ چکے ہیں:

ان کی خلافت کی مدت دس برس، چھے مہینے اور چار دن ہے۔

اس جملے میں اسم 'برس'، 'مہینے' اور 'دن' کو عددوں میں گنا گیا ہے یعنی دس برس، چھے مہینے، چار دن۔

دیے گئے جملے سے ہٹ کر برسوں، مہینوں اور دنوں کی مدت کو کئی برس، چند مہینے، بہت دن وغیرہ فقروں میں بھی گنا جا سکتا ہے۔اس مثال کو 'ایک کتاب'، 'دس کتابیں'، 'کئی کتابیں'، 'بہت سی کتابیں' کہنا بھی ممکن ہے۔گویا بہت سے اسم (چیزیں، اشخاص اور مقامات وغیرہ) کو ایک، دس، سو اور ہزار کی گنتی میں گنا جا سکتا ہے۔ایسے اسم کو 'اسمِ عددی' کہتے ہیں۔

اسم عددی کی چند مثالیں 'کھدر کا کفن' سبق سے چن کر اپنی بیاض میں لکھیے۔

اسمِ غیر عددی: کیا آپ اپنی بات چیت میں کبھی 'ایک پانی'، 'کچھ دوستی'، 'سیکڑوں محبت'، 'پانچ سونا' جیسے فقرے استعمال کرتے ہیں؟ نہیں کرتے نا۔کیونکہ پانی، دوستی، محبت اور سونے کو ہم اعداد میں گن نہیں سکتے۔جن اسموں کو گنا نہیں جاتا انھیں اسمِ غیر عددی کہا جاتا ہے۔

ذیل کے الفاظ میں سے اسمِ غیر عددی کی مثالیں الگ کیجیے۔

شہد، جنگل، ہوا، شکر، دولت، خوبصورتی، خوف، دودھ، نفرت۔

اسمِ مادّہ: اب ذرا درج ذیل الفاظ پر غور کیجیے:

سونا، چاندی، لکڑی، شیشہ، دودھ، پانی، دوا، چائے، ہوا، بھاپ، گیس، برف، مٹی، کوئلہ وغیرہ

ان چیزوں کے بارے میں آپ سائنس میں پڑھ چکے ہیں کہ کچھ چیزیں ٹھوس، کچھ مائع اور کچھ گیس ہوتی ہیں۔سائنس کی زبان میں انھیں 'مادّہ' کہا جاتا ہے کیونکہ جن چیزوں کو ہم دیکھ اور چھو سکتے ہیں، وہ سب مادّے سے بنی ہوتی ہیں۔قواعد میں ایسی چیزوں کے نام 'اسمِ مادّہ' کہلاتے ہیں۔

پڑھے ہوئے اسباق سے اسم مادّہ کی مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔

اسمِ جمع: ان جملوں پر غور کیجیے۔

۱۔ فوج میں ہزاروں سپاہی قطار میں کھڑے ہیں۔

۲۔ معلوم کیجیے کہ آپ کی جماعت میں کتنے طلبہ پڑھتے ہیں۔

۳۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کھیل کے میدان میں تماشائیوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔

اوپر کے جملوں میں الفاظ 'فوج'، 'قطار'، 'جماعت'، 'بھیڑ'، ایک ہی مقام پر بہت سے لوگوں کی موجودگی ظاہر کرتے ہیں۔ ہزاروں سپاہیوں کو ایک لفظ میں 'فوج' کہہ دیا جاتا ہے۔پچاس طلبہ ایک ساتھ پڑھتے ہوں تو ان کی ایک جماعت بن جاتی ہے اور کھیل کے میدان کے سیکڑوں ہزاروں تماشائی 'بھیڑ' کہلاتے ہیں۔یعنی وہ اسم (فوج، جماعت، بھیڑ، چھتا، گروہ، وغیرہ) جو چیزوں یا لوگوں کا مجموعی نام ہو اسے 'اسمِ جمع' کہتے ہیں۔